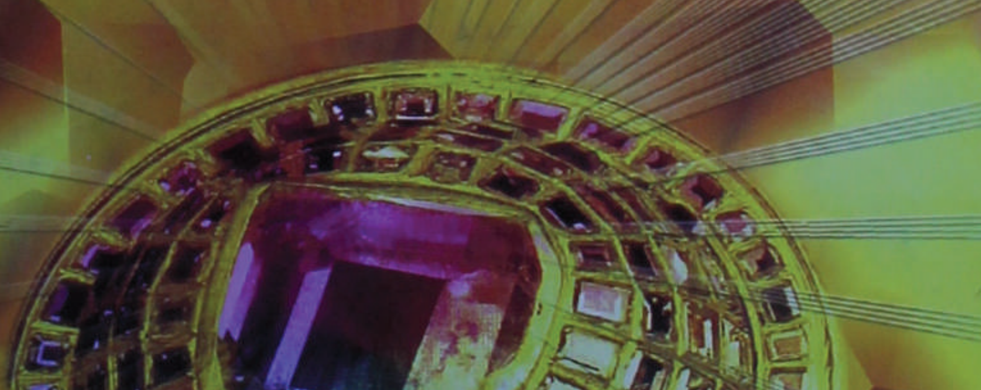
اليواقيت والجواهر

في بيانِ عقائدِ الأكابر

اکابر صوفیاء کرام اور مشائخ عظام کے
عقائد و نظریات اور علوم و معارف کا بہترین مجموعہ



تصنیفِ لطیف:
قطبِ ربانی، ہیکلِ صمدانی، عارف باللہ تعالیٰ
سیدی عبدالوہاب الشعرانی قدس سرہ النورانی

مُترجم:
رئیس المتکلمین عالم باعمل پیرِ طریقت حضرت علامہ مولانا الحاج
صاحبزادہ پیر سید محمد محفوظ الحق شاہ صاحب چشتی صابری قادری

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

اکابر صوفیاء کرام اور مشائخ عظام کے عقائد و نظریات اور علوم و معارف کا بہترین مجموعہ

اَلْیَوَاقِیْتُ وَالْجَوَاھِرُ

فِی بَیَانِ عَقَائِدِ الْاَکَابِرِ

تصنیفِ لطیف:

قطبِ ربانی [illegible] عارف باللہ تعالیٰ

سیّدی عبدُالوہاب الشعرانی قدس سرّہٗ النورانی

مُترجم:

رئیس المتکلمین عالمِ باعمل، پیرِ طریقت حضرت علامہ مولانا الحاج

صاحبزادہ پیر سید محمد محفوظ الحق شاہ صاحب چشتی صابری قادری

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

۱۱۔ گنج بخش روڈ، لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ---------- الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر

تصنیف لطیف ---------- سیدی عبدالوہاب الشعرانی قدس سرہ النورانی

مترجم ---------- صاحبزادہ سید محمد محفوظ الحق شاہ صاحب چشتی صابری قادری

زیر اہتمام ---------- صاحبزادہ سید محمد محمود الحق شاہ قادری

صفحات ---------- [illegible]

بار اول ---------- شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ، ستمبر ۲۰۰۶ء

ناشر ---------- سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری

مطبع ---------- اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

کمپوزنگ ---------- 1N118

قیمت ---------- 350/- روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور

مکتبہ غوثیہ ہول سیل
پرانی سبزی منڈی کراچی

احمد بک کارپوریشن
اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

مکتبہ ضیائیہ
بوہڑ بازار راولپنڈی

اسلامک بک کارپوریشن
اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

مکتبہ المدینہ
ملتان

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز 37۔ الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ فون 7322770

مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد۔ فون 2626046

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ شیخ نے ۱۵۸ ویں باب میں اسے یونہی ذکر کیا ہے۔ بس اس پر غور وفکر کیا جائے۔ کیونکہ جو ایسی شرع کی تبلیغ کرے جس کے ساتھ عمل میں اس کا کوئی حصہ نہیں اس پر بھی اس حیثیت سے نبی کا اطلاق ہوتا ہے کہ وہ مخبر ہے۔ واللہ اعلم۔

اگر تو کہے کہ کیا ان انبیاء کیلئے جو کہ مرسل نہیں تھے جبریل کی زبان پر بیداری میں وحی تھی یا خواب میں؟ تو جواب یہ ہے کہ میں نے اصولیوں سے اس بارے میں کوئی چیز نہیں دیکھی۔ لیکن شیخ عبدالعزیز الدیرینی نے اپنی کتاب الدرر الملتقطہ میں ذکر کیا ہے کہ وہ انبیاء جو کہ مرسل نہیں ہیں ان کی طرف جبریل کی زبان پر خواب میں وحی ہوتی تھی۔ انتھی۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ اس بارے میں آپ کی دلیل کیا ہے؟ اس پر غور کیا جائے۔

نبوت کی دو قسمیں

اگر تو کہے کہ نبوت کتنی قسموں پر منقسم ہوتی ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ نبوت بشریہ کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے کی طرف اس روح ملکی کے بغیر ہوتی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے مابین ہو۔ بلکہ یہ اخبارات الٰہیہ ہیں جسے وہ غیب سے یا تجلیات میں اپنی ذات میں پاتا ہے۔ اور ان اخبار کے ساتھ تحلیل یا تحریم کا کوئی حکم متعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ کتاب وسنت کے معانی یا حکم مشروع کی سچائی کا تعارف کرایا جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یا اس حکم کے فساد کا تعارف کرایا جاتا ہے جس کی صحت نقل کے ساتھ ثابت ہو وغیرہ۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ اور اس کے نفس سے شاہد عدل ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس مقام والے کیلئے کوئی راہ نہیں کہ ایسی شرع پر ہو جو کہ اس کیلئے خاص ہو۔ اپنے اس رسول کی شرع کے خلاف ہو جو کہ اس کی طرف بھیجا گیا۔ اور ہمیں ہمیشہ کیلئے اس کی پیروی کا حکم دیا گیا ہو۔ اور نبوت بشریہ سے دوسری قسم۔ یہ ان کے ساتھ خاص ہے جو کہ ہمارے نبی پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت سے پہلے تھے اور یہ وہی حضرات ہیں جو کہ فرشتے کے سامنے تلامذہ کی طرح ہوتے ہیں۔ پس ان پر روح امین ان کی ذوات کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت اتارتے ہیں جس کے ساتھ وہ رضائے الٰہی کیلئے عمل کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان کیلئے جو چاہے حلال فرماتا ہے اور جو چاہے ان پر حرام فرماتا ہے۔ اور انہیں اتباع رسل لازم نہیں ہوتی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد اس مقام کا کوئی اثر باقی نہیں۔ بامگر آپ کی امت کے ائمہ مجتہدین میں۔ لیکن یہ حضرات ان پر رسل کی اتباع کے وجوب کی وجہ سے ان سے جدا نہیں ہیں۔ پس ان کیلئے حق ہے کہ دلیل کے ساتھ حلال گردانیں یا اس کے ساتھ حرام قرار دیں۔ انتھی۔

کوئی علم حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے واسطہ کے بغیر نہیں

اگر تو کہے کہ کوئی ایسا بشر ہے جو کہ حضرت سید عالم جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے واسطے کے بغیر دنیا میں کوئی علم حاصل کرسکے؟ تو اس کا جواب جیسا کہ شیخ نے ۴۹۱ ویں باب میں فرمایا یہ ہے کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں جو کہ کوئی علم حاصل کرے مگر وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی باطنیت سے ہی ہے۔ انبیاء اور علماء جو کہ آپ سے پہلے ہوں یا آپ سے بعد میں سب برابر ہیں اور اس بارے میں آپ نے طویل کلام فرمایا جیسا کہ اس کی تفصیل بحث میں اس سے پہلے گذر چکی۔

حدیث لاتفضلونی علی یونس کا حکم

اگر تو کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ قول کہ مجھے یونس پر فضیلت نہ دو الخ کیا یہ منسوخ ہے یا آپ نے تواضع کے طور پر فرمایا۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ آپ کی طرف سے تواضع ہے۔ ورنہ آپ جانتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ساری خلق سے افضل ہیں۔ اور یہ اس لئے ہے تا کہ آپ صحیح طور پر پورا شکر ادا کریں۔ کہ بیشک آپ ساری خلق خدا سے اللہ تعالیٰ کیلئے زیادہ شکر گزار ہیں۔ اور یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ آپ ان تمام انعامات کی معرفت رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے۔ پس سمجھ لے۔ اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ اپنی طرف سے مجھے فضیلت نہ دو کیونکہ تم اس امر سے واقف نہیں ہو۔ یہ معنی نہیں کہ مطلقاً میری فضیلت کی بات نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے آپ کو فضیلت عطا فرمانے کی بنا پر جو آپ کی فضیلت کی بات کرتا ہے تو وہ بالکل مبنی بر صواب ہے۔

اگر تو کہے: تو کیا عارف کیلئے جائز ہے کہ الفاظ کے احتمال کے مطابق آپ کی فضیلت بیان کرے تو جواب یہ ہے کہ ہاں۔ اسے یہ جائز ہے۔ لیکن مرد کامل اپنی تمام گفتگو میں صرف اسی پر اعتماد کرتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ اس کے ہاں القاء فرمائے نہ کہ الفاظ کے احتمال پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فجوهر الحسن فيه غير منقسم

اگر تو کہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تمام مقامات کی آپ کے پیروکاروں کو جو کہ انبیاء واولیاء ہیں وراثت ملتی ہے یا آپ کیلئے ایسے خاص مقامات ہیں جن کی وراثت کسی کیلئے صحیح نہیں۔ تو اس کا جواب جیسا کہ شیخ نے ۳۳۷ ویں باب میں فرمایا ہے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ایسے مقامات ہیں کہ آپ کیلئے خاص ہیں۔ انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی بھی ان میں آپ کا شریک نہیں۔ جیسے آپ کو وحی کی تمام اقسام عطا کی گئیں از قبیل وحی بشارات، وحی کا قلب اور کان پر اترنا۔ اور آسمان کی طرف آپ کی معراج وغیرہ ذالک۔ نیز آپ کو تمام احوال کا علم عطا فرمایا گیا کہ آپ سب کی طرف مبعوث فرمائے گئے اور یہ معلوم ہے کہ ان کے احوال مختلف ہیں تو ضروری ہے کہ آپ کی رسالت سب کو ان کے تمام احوال کے ساتھ عام ہو۔ نیز آپ کو اموات کے زندہ کرنے کا علم معنیً اور حساً عطا کیا گیا بخلاف آپ کے غیر کے۔ پس آپ کو حیات معنویہ کا علم حاصل ہوا جو کہ حیات العلوم ہے اور آپ کو حیات حسیہ کا علم بھی ملا۔ اور یہ وہ ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیم اور آپ کو جتلانے کیلئے آیا اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **كلا نقص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فوادك وجاء ك في هذه الحق** (ہود آیت ۱۲۰۔ اور سب جو ہم آپ پر انبیاء کے واقعات بیان کرتے ہیں اس لئے ہے کہ ان سے آپ کے قلب مبارک کو پختہ کر دیں ورا س سورت میں آپ کے پاس حق آیا ہے) نیز آپ کو پہلی تمام شرائع کا علم عطا فرمایا اور آپ کو حکم دیا کہ انبیاء کی ہدایت کی پیروی کریں نہ کہ ان کی۔ اور یہ کہ آپ ایک ایسی شرع کے ساتھ مختص فرمائے گئے جو کہ آپ کے سوا کسی کیلئے نہیں تھی۔ جیسے کہ اس کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے **اعطيت ستالم يعطهن نبي قبلي**۔ یعنی مجھے ایسے چھ انعامات دیئے گئے جو کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔ تو یہ (ان میں سے بعض) امور ہیں جو خاص آپ کیلئے ہیں۔ آپ کے علاوہ کسی کو عطا نہ فرمائے گئے اور ان میں سے مقام محمود میں لواالحمد بھی ہے۔ جس میں رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قیامت کے دن آپ کے اسم الحمید کے ساتھ جلوہ گر کیا جائے گا۔

اور ہم پر اپنے لئے مقام وسیلہ کے سوال کے حرام ہونے کی تائید اس مسئلہ سے بھی ہوتی ہے جسے علماء کرام نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خصائص میں ذکر فرمایا ہے کہ اس خاتون کو نکاح کا پیغام دینا حرام ہے جس کیلئے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کے ولی کو تعریض فرمائی ہو کہ اس کا نکاح آپ سے کر دے۔ اسی لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش کش قبول کرنے سے رک گئے جبکہ انہوں نے اپنی بیٹی حفصہ سے نکاح کرنے کو کہا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حفصہ کا ذکر فرماتے ہوئے سنا۔ انتہی۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نے مصر میں فتوحات کے نسخوں میں سے ایک نسخے میں یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی کہ ہر مسلمان کیلئے جائز ہے کہ اپنے لئے مقام وسیلہ کا سوال کرے کیونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسے اپنے لئے معین نہیں فرمایا۔ اور شاید یہ ان نسخوں میں سے ہے جن میں شیخ پر جھوٹی باتیں درج کی گئیں۔ یا آپ نے اس سے رجوع فرما لیا۔ دلیل یہ ہے کہ آپ نے ۳۳۷ ویں باب میں فرمایا ہے کہ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مرتبہ وہ مقام وسیلہ ہی ہے جس سے تمام جنتیں بطور فرع نکلتی ہیں۔ اور یہ جنت عدن میں دار المقامہ ہے اور اس کا جنتوں میں سے ہر جنت میں شعبہ ہے۔ اور اس شعبہ سے اس جنت والوں کیلئے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم ظاہر ہوں گے اور یہ ہر جنت میں سب سے عظیم مقام ہے۔ انتہی۔ پس اس جھوٹی بات کو شیخ کی طرف منسوب کرنے اور یوں آپ پر اعتراض کرنے سے پرہیز کر۔ واللہ علم۔

تینتیسویں بحث

نبوت اور رسالت

۳۳ ویں بحث نبوت اور رسالت کی ابتداء اور ان دونوں کے درمیان فرق کے بیان میں ہیں۔ اور ایک زمانے میں بیک وقت دو رسولوں کی ایک ساتھ رسالت کے امتناع کے بیان میں اور اس مسئلہ کا بیان کہ ہر رسول خلیفہ نہیں۔ علاوہ ازیں دیگر نفیس مسائل جو کہ کسی کتاب میں نہیں پائے جاتے۔

اے بھائی! جان لے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر وحی کی ابتداء سب سے پہلے سچی خواب سے ہوئی۔ اگر تو کہے کہ آغاز وحی کی حقیقت کیا ہے؟ تو جیسا کہ شیخ نے فتوحات کے ۷۳ ویں باب میں مذکور ۲۵ ویں جواب میں فرمایا ہے کہ آغاز وحی سے مراد معانی مجروہ عقلیہ کو قوالب حسیہ مقیدہ کی صورت میں بارگاہ خیال میں نازل کرنا ہے، برابر ہے کہ نیند میں ہو یا بیداری میں۔

اگر تو کہے کہ جب تو یہ ان چیزوں سے ہے جن کا ادراک حس کے ساتھ ہوتا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ ہاں۔ یہ مدرکات حس اور حضرت محسوس سے ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے **فتمثل لها بشرا سويا** (مریم آیت ۱۷۔ پس وہ اس کے سامنے پورے انسان کی شکل میں ظاہر ہوا)۔ شیخ محی الدین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بارگاہ خیال میں علم کا ادراک دودھ کی صورت میں فرمایا۔ اور اسی لئے آپ اپنی خواب کی تعبیر اس کے ساتھ فرماتے تھے۔ اور اجزائے نبوت میں سے یہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے امت پر باقی رکھا کیونکہ مطلقاً فیض نبوت مرفوع نہیں ہوا۔ نبوت شریعت مرفوع ہوئی ہے۔ جیسے کہ حدیث پاک میں ہے **من حفظ القرآن فكانما ادرجت النبوة بين جنبيه** ۔ یعنی جس نے قرآن کریم حفظ کیا گویا اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان فیض نبوت کا چشمہ جاری کر دیا

کیا۔ تو بلاشک اس وجہ سے نبوت کا فیض قائم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس ارشاد کہ فلا نبی بعدی و لا رسول کا مفہوم یہ ہے کہ میرے بعد کوئی اور شریعت جاری کرنے والا نہیں۔

(اقول وباللہ التوفیق۔ شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کے مبعوث ہونے کے قائل ہیں۔ حاشا وکلا۔ بلکہ جیسا کہ مذکورہ ترجمہ سے بھی واضح ہے اس سے پہلے شیخ نے اس بحث میں تفصیل سے بیان کیا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی کے نائب ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کسی جدید نبی کی بعثت کے امکان کا ذکر نہیں کر رہے بلکہ یہ بتا رہے ہیں کہ اہل اللہ اور اکابر اسلام سے جو حقائق و معارف ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں یہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عالمگیر نبوت و رسالت ہی کا فیض ہے۔ آپ خاتم النبین ہیں۔ آپ کے بعد کسی نبی کی بعثت کا کوئی تصور نہیں۔ آپ آخری نبی ہیں۔ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ اور فائدہ تام کیلئے یہاں من وعن وہی الفاظ نقل کئے دیتا ہوں جو مسئلہ ختم نبوت کے بارے میں اپنے عظیم اور مبسوط فتوی میں شیخ الاسلام عمدۃ الفقہا الاعلام حضرت الامام احمد رضا بریلوی علیہ رحمۃ المولی القوی نے بیان فرمائے جس کا نام ہے جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوہ۔ فرماتے ہیں ''اللہ عز وجل سچا اور اس کا کلام سچا، مسلمان پر جس طرح لا الہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو احد صمد لاشریک لہ جاننا فرض اول اور مناط (مدار) ایمان ہے یونہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خاتم النبین ماننا۔ ان کے زمانے میں، خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال اور باطل جاننا فرض اجل اور جزو ایمان ہے۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبین نص قطعی قرآن ہے۔ اس کا منکر، نہ صرف منکر بلکہ شک کرنے والا، نہ شاک (شک کرنے والا) کہ ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعاً کافر ملعون مخلد فی النیران (جہنم میں ہمیشہ رہنے والا) ہے۔ نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کہ اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر۔ جو اس کے کافر ہونے میں شک وتردد کو راہ دے وہ بھی کافر۔ بین کافر جلی الکفران ہے۔ الناقل محمد محفوظ الحق غفرلہ، ولوالدیہ)

مختلف سوالات اوران کے جوابات

اگر تو کہے کہ سچا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ اس عدد کی کیا حکمت ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ اجزاء کی اس عدد کے ساتھ تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت ۲۳ سال تھی جبکہ سچے خواب چھ ماہ اور چھ ماہ کی ۲۳ سال کے ساتھ نسبت ۴۶ اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ پس لازم نہیں کہ یہ اجزاء ہر نبی کی نبوت کیلئے ہوں۔ پس کبھی ایک نبی کی طرف اس سے زائد وحی کی گئی ہے تو اجزاء اس کے مطابق پچاس ساٹھ یا زائد ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

اگر تو کہے کہ کیا مقام ولایت، نبوت کے مقام کے لوازم میں سے ہے یا یہ کوئی اور وصف ہے جو کہ انبیاء کیلئے نہیں ہے؟ تو اس کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کیلئے ولایت یہ فلک محیط عام ہے اور یہ دائرہ کبریٰ ہے۔ اور اس کے حکم اور اس کی حقیقت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہے رسالت یا نبوت یا ایمان اور ولایت مطلقہ کے اس طرح کے دیگر احکام کے ساتھ دوستی رکھتا ہے اور ہر رسول کیلئے ضروری ہے کہ نبی ہو۔ جبکہ ہر نبی کیلئے ضروری ہے کہ ولی ہو اور ہر ولی کیلئے لازم کہ صاحب ایمان ہو۔

اگر تو کہے کہ حکم رسالت اور نبوت کس وقت تک رہتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ رسالت تو لوگوں کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک رہتی ہے۔ رہی نبوت تو اس کا حکم آخرت میں باقی رہتا ہے۔ اس کا حکم دنیا کے ساتھ خاص نہیں۔

رسالت حال ہے یا مقام؟

اگر تو کہے کہ رسالت کی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہ حال ہے یا مقام؟ تو اس کا جواب جیسا کہ شیخ نے ۱۵۸ ویں باب میں فرمایا یہ ہے کہ رسالت کی حقیقت کلام الٰہی کو متکلم سے سامع تک پہنچانا ہے۔ اور یہ حال ہے نہ کہ مقام کیونکہ تبلیغ پوری ہونے کے بعد اس کے لئے بقاء نہیں۔ پس رسالت کا حکم ہر وقت تازہ ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ** (الانبیاء آیت ۲۔ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے تازہ نصیحت نہیں مگر اسے سنتے ہیں) پس اسے لانا ہی رسالت ہے اور ذکر کا حادث ہونا اس سامع کے حال ہے جس کی طرف پیغام بھیجا گیا۔ اور اسی لئے علم رسالت دودھ کی صورت میں ظاہر ہوا کیونکہ مرسل دودھ ہے۔ انتہی۔

(اقول و باللہ التوفیق۔ شیخ مذکورہ بالا یہ قول کہ اس کیلئے بقا نہیں تو واضح رہے کہ یہ اس پیغام کی تبلیغ کے حوالے سے ہے جیسا کہ عبارت مذکورہ سے ظاہر ہے نہ کہ رسول کے حوالے سے۔ یعنی اس حکم کی تبلیغ پوری ہوئی اور اس کے لئے بقاء نہیں۔ رسول علیہ السلام کا منصب رسالت اپنی ذات میں باقی رہتا ہے یہ نہیں کہ منصب رسالت بالقوۃ باقی نہیں رہتا۔ ضروری ہے اسے پیش نظر رکھیں۔ محمد محفوظ الحق غفرلہ ولوالدیہ)

اور شیخ نے ۱۵۷ ویں باب میں فرمایا: جان لے کہ رسالت نعت کونی ہے مرسل اور مرسل الیہ کے درمیان واسطہ ہے۔ جبکہ مرسل (یعنی پیغام رسالت) سے کبھی رسالت کے ساتھ تعبیر کی جاتی ہے اور کبھی رسالت حال رسول ہوتا ہے کہ تبلیغ پوری ہونے کی وجہ سے یہ پورا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وما علی الرسول الا البلاغ** (المائدہ آیت ۹۹۔ ہمارے رسول پر پہنچانے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں) پس رسالت یہاں یہی ہے جس کے ساتھ بھیجا گیا۔ اور اس نے اسے پہنچا دیا۔ اور قرآن کریم میں جہاں وارد ہوا اسی طرح وارد ہے اور اسے رسول صرف روحی قدسی واسطہ کے ذریعے ہی قبول کرتا ہے جو کہ کبھی اس کے قلب پر رسالت کے ساتھ نازل ہوتا ہے۔ کبھی اس کے لئے فرشتہ ایک انسان کی شکل میں آتا ہے اور ہر روحی جو کہ اس صفت کے ساتھ نہ ہو اسے رسالت بشریہ نہیں کہا جاتا۔ اسے صرف وحی الہام یا وجود کہتے ہیں۔ رسالت صرف اسی طرح ہوتی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا یعنی روحی قدسی واسطہ کے ساتھ۔

نبی اور رسول میں فرق

اگر تو کہے کہ نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ نبی کی طرف جب روح کسی چیز کا القاء کرے تو وہ نبی اسے اپنی ذات تک محدود رکھتا ہے۔ اور اس پر حرام ہے کہ کسی دوسرے کو تبلیغ کرے۔ پھر اگر اسے کہا جائے کہ **بلغ ما انزل الیک** یعنی تیری طرف جو کچھ اتارا گیا ہے اس کی تبلیغ کر۔ یا تو یہ مخصوص گروہ کیلئے ہوگا جیسے تمام انبیاء اور یا عام ہوگا اور یہ منصب حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سوا کسی کیلئے نہ تھا۔ اس وجہ سے آپ کو رسول کہا گیا۔ اور اگر کسی ایسے حکم کے ساتھ اسے اس کی ذات میں خاص نہیں کیا گیا جو کہ اس کیلئے نہ ہو جس کی طرف اسے مبعوث فرمایا گیا تو وہ رسول ہے نبی نہیں۔ اور اس سے میری مراد نبوت تشریع ہے جو کہ اولیاء کیلئے نہیں ہوتی۔ پس معلوم ہوا کہ ہر وہ رسول جسے اس کی ذات کے حق میں کسی چیز کے حکم کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا تو رسول ہے نبی نہیں اور اگر اسے تبلیغ کے ساتھ ساتھ اس کی ذات میں کسی چیز کے ساتھ خاص کیا گیا تو وہ رسول ہے اور نبی۔ پس ہماری تقریر کے مطابق بلا اختلاف ہر رسول نبی نہیں۔ نہ ہی ہر نبی رسول ہے۔ واللہ اعلم۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ شیخ نے ۱۵۸ویں باب میں اسے یونہی ذکر کیا ہے۔ بس اس پر غور وفکر کیا جائے۔ کیونکہ جو ایسی شرع کی تبلیغ کرے جس کے ساتھ عمل میں اس کا کوئی حصہ نہیں اس پر بھی اس حیثیت سے نبی کا اطلاق ہوتا ہے کہ وہ مخبر ہے۔ واللہ اعلم۔

اگر تو کہے کہ کیا ان انبیاء کیلئے جو کہ مرسل نہیں تھے جبریل کی زبان پر بیداری میں وحی تھی یا خواب میں؟ تو جواب یہ ہے کہ میں نے صولیوں سے اس بارے میں کوئی چیز نہیں دیکھی۔ لیکن شیخ عبدالعزیز الدیرینی نے اپنی کتاب الدرر الملتقطہ میں ذکر کیا ہے کہ وہ انبیاء جو کہ مرسل نہیں ہیں ان کی طرف جبریل کی زبان پر خواب میں وحی ہوتی تھی۔ انتہی۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ اس بارے میں آپ کی دلیل کیا ہے؟ اس پر غور کیا جائے۔

نبوت کی دو قسمیں

اگر تو کہے کہ نبوت کتنی قسموں پر منقسم ہوتی ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ نبوت بشریہ کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے غیر کی طرف اس روح ملکی کے بغیر ہوتی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے مابین ہو۔ بلکہ یہ اخبارات الٰہیہ ہیں جسے وہ غیب سے یا تجلیات میں اپنی ذات میں پاتا ہے۔ اور ان اخبار کے ساتھ تحلیل یا تحریم کا کوئی حکم متعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ کتاب وسنت کے معانی یا حکم مشروع کی سچائی کا تعارف کرایا جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یا اس حکم کے فساد کا تعارف کرایا جاتا ہے جس کی صحت نقل کے ساتھ ثابت ہو وغیرہ۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہہ اور اس کے نفس سے شاہد عدل ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس مقام والے کیلئے کوئی راہ نہیں کہ ایسی شرع پر ہو جو کہ اس کیلئے خاص ہو۔ اپنے اس رسول کی شرع کے خلاف ہو جو کہ اس کی طرف بھیجا گیا۔ اور ہمیں ہمیشہ کیلئے اس کی پیروی کا حکم دیا گیا ہو۔ اور نبوت بشریہ سے دوسری قسم۔ یہ ان کے ساتھ خاص ہے جو کہ ہمارے نبی پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت سے پہلے تھے اور یہ وہی حضرات ہیں جو کہ فرشتے کے سامنے تلانذہ کی طرح ہوتے ہیں۔ پس ان پر روح امین ان کی ذوات کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت اتارتے ہیں جس کے ساتھ وہ رضائے الٰہی کیلئے عمل کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان کیلئے جو چاہے حلال فرماتا ہے اور جو چاہے ان پر حرام فرماتا ہے۔ اور انہیں اتباع رسل لازم نہیں ہوتی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد اس مقام کا کوئی اثر باقی نہیں۔ بامگر آپ کی امت کے ائمہ مجتہدین میں۔ لیکن یہ حضرات ان پر رسل کی اتباع کے وجوب کی وجہ سے ان سے جدا نہیں ہیں۔ پس ان کیلئے حق ہے کہ دلیل کے ساتھ حلال گردانیں یا اس کے ساتھ حرام قرار دیں۔ انتہی۔

کوئی علم حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے واسطہ کے بغیر نہیں

اگر تو کہے کہ کوئی ایسا بشر ہے جو کہ حضرت سید عالم جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے واسطے کے بغیر دنیا میں کوئی علم حاصل کر سکے؟ تو اس کا جواب جیسا کہ شیخ نے ۴۹۱ویں باب میں فرمایا یہ ہے کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں جو کہ کوئی علم حاصل کرے مگر وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی باطنیت سے ہی ہے۔ انبیاء اور علماء جو کہ آپ سے پہلے ہوں یا آپ سے بعد میں سب برابر ہیں اور اس بارے میں آپ نے طویل کلام فرمایا جیسا کہ اس کی تفصیل بحث میں اس سے پہلے گذر چکی۔

انبیاء ومرسلین علیہم السلام کی تعداد اور بطریق کشف ان سب سے ملاقات

اگر تو کہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اولیاء میں سے کسی کو انبیاء ومرسلین علیہم السلام کی تعداد پر اطلاع بخشی یا اسے کشف کے ذریعے ان سب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا؟ تو جواب یہ ہے کہ ہاں۔ یہ ہر اس ولی کو حاصل ہے جس کے لئے ولایت کبریٰ کا مقام ثابت ہو۔ اور شیخ محی الدین نے ۳۴۹ ویں باب میں فرمایا ہے کہ جان لے کہ بنی آدم انبیاء ومرسلین کی تعداد ایک لاکھ ۲۴ ہزار ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا اور ہر دور میں اولیاء میں اتنی تعداد ضروری ہے اور کبھی یہ حضرات زیادہ بھی ہوتے ہیں۔

شیخ کی سب انبیاء سے ملاقات تعارف اور ان میں سے بعض سے استفادہ

شیخ نے فرمایا کہ ایک صحیح واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے تمام انبیاء کی ملاقات کا شرف بخشا حتیٰ کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہا مگر میں نے اسے پہچان لیا اور اسی طرح مجھے ان اولیاء کی ملاقات بھی ہوئی جو کہ ان نفوس قدسیہ کے قدموں پر ہیں اور میں نے ان سب کو پہچان لیا۔ نیز ۴۶۳ ویں باب میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کشف میں تمام انبیاء ومرسلین اور ان کی امتوں کو مشاہدۃً دیکھا۔ جیسا کہ آگے رہا ہے۔ ان امتوں میں سے جو ہو چکے اور جو قیامت تک ہوں گے حق تعالیٰ نے انہیں ایک چٹیل میدان میں ظاہر فرمایا۔ فرماتے ہیں کہ سوائے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے میں نے ان میں سے ایک گروہ کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔ ان میں سے حضرت خلیل علیہ السلام ہیں۔ میں نے آپ کی استدعاء پر آپ کے سامنے سارا قرآن کریم پڑھا جہاں بھی ذکر الٰہی آتا تو آپ پر گریہ طاری ہو جاتا۔ اور مجھے آپ سے عظیم خشوع حاصل ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھے علم کشف، امور کی تعبیر فصیح اور دن رات کے بدلنے کا علم عطا فرمایا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے مجھے ایک مسئلہ کی خبر دی جو کہ موجودات میں واقع ہوا۔ اور مجھے صرف آپ ہی سے اس کا پتہ چلا۔ رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو میں نے طریق قوم میں اپنے داخلے کے آغاز میں آپ کے ہاتھوں پر توبہ کی۔ اور اس واقعہ میں میں نے ایسے امور کا مشاہدہ کیا جن سے مجھے معلوم ہوا کہ شقاوت میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور ان میں سے یہ کہ میں نے اپنے آپ کو ان سعادت مندوں میں سے دیکھا جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب تھے۔ پس میں نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔

نیز آپ نے ۳۷ ویں باب میں فرمایا کہ انبیاء میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مجھے کسی کی ملاقات نہ ہوئی اور جب بھی مجھے آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا آپ نے میرے لئے حیات وموت میں دین پر ثابت قدم رہنے کی دعا مانگی اور آپ مجھ سے جدا نہ ہوتے یہاں تک کہ میرے لئے یہ دعا کرتے۔ اور آپ مجھے یا حبیبی فرماتے۔ اور جب مجھے آپ سے پہلی بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو آپ نے مجھے زہد وتجرید کا حکم دیا۔ اور آپ زاہد علیہ السلام میں سے ہیں اور زیادہ سیاحت کرنے والے ہیں۔ اور امانت کے محافظ۔ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں آپ کسی ملامت کرنے والے کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اسی لئے یہود نے آپ سے عداوت کی۔

شیخ کی وسعت مشاہدہ

نیز آپ ۳۶۵ ویں باب میں فرماتے ہیں کہ ایک واقعہ میں میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت کی اور حضرت آدم سے لے کر حضور علیہ السلام تک کے تمام انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سب کا مشاہدہ کرایا جو کہ ان پر ایمان

لانے والے تھے۔ ان میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ جو ہو چکے اور جو قیامت تک ہوں گے۔ اور میں نے ان کے خاص و عام کو پہچان لیا۔ نیز میں نے ان تمام سعادت مندوں کو پہچان لیا جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں تھے اور ان کی تعداد بھی۔ پس ان میں سے اب مجھ پر اہل جنت میں سے کوئی مخفی ہے نہ اہل جہنم سے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے جہنمیوں کی کثرت کی وجہ سے ان کی تعداد کی معرفت عطا نہیں فرمائی۔ پس ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور میں نے اس کشف میں انبیاء و مرسلین کے تمام مراتب اور ان کے پیروکاروں کو پہچان لیا۔ اور مجھے عالم علوی اور سفلی کے ان تمام حقائق پر اطلاع ہوئی جن پر میں اجمالی طور پر ایمان رکھتا تھا اور میں نے ان سب کا عیاناً مشاہدہ کیا۔ جبکہ میں نے جو دیکھا اور مشاہدہ کیا اس نے مجھے میرے ایمان سے دور نہ کیا۔ پس میں ہمیشہ کہتا رہا اور جو کہتا کرتا رہا اس لئے کہ نبی کریم علیہ السلام نے مجھے فرمایا: یوں کہہ اور یوں کر۔ نہ کہ اپنے علم۔ اور نہ ہی اپنے معاینہ اور شہود کی وجہ سے پس میں نے اپنے شہود میں ایمان اور عیان کے مابین ایک ہی آن میں بھائی چارہ قائم کر دیا تا کہ مجھ سے ایمان کا ثواب فوت نہ ہو۔

فرماتے ہیں کہ یہ ایسا مقام ہے کہ میں نے اس وقت تک اس کا ذوق رکھنے والا کوئی نہیں پایا۔ گرچہ میں جانتا ہوں کہ رجال اللہ میں سے ایسے ہیں جنہوں نے یہ مقام پایا لیکن بیداری میں مشافہۃً مجھے ان کی ملاقات نہیں ہوئی۔ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے حق تعالیٰ کی جانب سے اپنے خاطر کو کبھی بھی اس شے کے ساتھ متعلق نہ کیا جس پر کائنات میں سے مجھے اطلاع ہوئی۔ میں نے تو ہمیشہ اپنے خاطر کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ متعلق رکھا کہ مجھے اپنی رضا میں مصروف عمل رکھے گرچہ یہ میرے نفس کی خواہش کے خلاف ہو۔ اور یہ کہ مجھے اس سے اور اس کے شہود سے دور کرنے والے اعمال کے ارتکاب کی وجہ سے اپنے سے محجوب نہ فرمائے۔ کہ بیشک میں تو صرف عبد محض ہوں۔ اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی پر فضیلت نہیں دیکھتا اور تمنا کرتا ہوں کہ جہان سارے کا سارا مقدم معرفت پر مطیع ہو۔

فرماتے ہیں کہ میں نے تیرے لئے یہ سب کچھ تحدیث نعمت اور مقامات رجال پانے کی طلب کیلئے بھائیوں کی شادمانی کا دروازہ کھولنے کے طور پر بیان کیا ہے۔ انتہی۔

(اقول و باللہ التوفیق۔ شیخ کی مذکورہ بالا تصریحات سے واضح ہوا کہ (۱) آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام کا صرف علم ہی نہیں بلکہ مشاہدہ بھی ہوا۔ ان سب کی معرفت بلکہ ان پر ایمان لانے والے تمام اہل اللہ یعنی اولیاء اللہ کی ملاقات بھی ہوئی۔ (۲) بلکہ ان پر ایمان والوں کا بھی علم ہے۔ حتیٰ کہ ان کی تعداد کا بھی علم ہے۔ (۳) پوری کائنات کے جنتی اور جہنمی بھی آپ کے علم میں ہیں۔ (۴) آپ کو انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے تمام مراتب کا بھی علم عطا فرمایا گیا۔ حیرت ہے ان یتیم الفہم اور محروم توفیق نجدیوں پر جو کہ اس سے بھی کہیں قلیل علم حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیلئے تسلیم نہیں کرتے حالانکہ ایک غلام کا علم آپ نے پڑھ سن لیا۔ ہوش کرو۔

یہ شان ہے خدمت گاروں کی سردار کا عالم کیا ہوگا۔ اس سے یہ بھی واضح اور لائح کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تمام مخلصین اور سب منافقین کا علم ہے۔ چنانچہ خاتم المحدثین شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز زیر آیت ویکون الرسول علیکم شہیدا میں فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تمہارے رسول علیہ السلام تم پر گواہ ہوں گے کیونکہ آپ نور نبوت کی بدولت دین اسلام کے ساتھ وابستہ ہر شخص کے مرتبہ پر اطلاع رکھتے ہیں کہ میرے دین کے کس درجہ تک پہنچا ہے۔ اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ حجاب کیا ہے جس کی بنا پر وہ ترقی سے محجوب رہا ہے۔ پس وہ تمہارے گناہوں کو تمہارے ایمان کے درجات کو تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو پہچانتے ہیں۔

بعض لوگ قرآن پاک کی ان دو آیات سے غلط فہمی کا شکار ہوئے۔ قال الله سبحانه و تعالیٰ ورسلا قد قصصنا هم عليك من قبل و رسلالم نقصصهم عليك (النساء آیت ۱۶۴۔ وحی بھیجی ان رسل پر جن کا حال ہم نے اس سے پہلے آپ سے بیان کر دیا اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر ہم نے اب تک آپ سے نہیں کیا) نیز فرمایا ولقد ارسلنا رسلا من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك (المومن آیت ۷۸۔ یعنی ہم نے آپ سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے۔ ان میں سے بعض کا ذکر ہم نے آپ سے کر دیا اور بعض کا ذکر (قرآن کریم میں) آپ سے نہیں کیا) اور انہوں نے یہاں تک کہدیا کہ ان رسل کا علم حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں نہیں ہے۔ اس کے متعلق علامہ محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سب انبیاء کا علم تھا لان نفی قصهم من قبل لا يستلزم نفی قصهم مطلقا (روح المعانی) کیونکہ یہاں گذشتہ زمانہ کی نفی بیان ہو رہی ہے یہ اس کو مستلزم نہیں کہ آئندہ بھی نہ ہو۔ جبکہ موخر الذکر آیت کے تحت فرماتے ہیں لا دلالة في الاية على عدم علمه صلى الله عليه واله وسلم بعد الانبياء و المرسلين كما تو هم بعض الناس یعنی یہاں اس امر پر کوئی دلالت نہیں کہ حضور کو انبیاء ومرسلین کی تعداد کا علم نہ تھا جس طرح کہ بعض لوگوں نے وہم کیا ہے" تمام انبیاء ورسل علیہ السلام نے شب معراج امام الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ (محمد محفوظ الحق غفرلہ ولوالدیہ)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد، يلقي الروح من امره على من يشاء من عباده کا مفہوم

اگر تو کہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول يلقى الروح من امره على من يشاء من عباده (المومن آیت ۱۵) کا کیا معنی ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ یہاں روح وہ القاء ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے اس کے بندوں کے قلوب کی طرف ہوتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا امر ہی ہے۔ جس کا القاء ہوتا ہے۔ کیونکہ اس روح کی صورت اللہ تعالیٰ کے قول لا اله الا انا فاتقون (النحل آیت ۲۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس مجھ سے ڈرتے رہو) کی ہی صورت ہے۔ اور اگر اس کی یہ صورت نہ ہوتی تو یوں فرمایا ہوتا لا الہ الا ہو۔ پس اس منزل میں واسطے مرفوع ہیں ان کا کوئی وجود نہیں۔ کیونکہ نازل شدہ وحی کا عین وہ عین روح ہی ہے اور القاء فرمانے والہ اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کا غیر نہیں۔ تو روح یہاں عین فرشتہ نہیں۔

اس روح کا فرشتوں کو عرفان نہیں

اگر تو کہے کہ کیا فرشتے اس روح کو پہچانتے ہیں؟ تو جواب یہ ہے فرشتے کہ اس روح کو نہیں پہچانتے کیونکہ یہ ان کی جنس سے نہیں کیونکہ یہ غیر مجہول روح ہے۔ اور نورانی نہیں۔ جبکہ فرشتہ نور میں روح ہے۔ شیخ نے ۲۳۸ ویں باب میں فرمایا ہے: اور یہ رزق ہمارے لئے اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰہ والسلام کیلئے ہے۔ رہا ارواح ملکیہ کا بندوں کے قلوب پر نزول تو بیشک وہ اللہ رب العزت کے حکم کے ساتھ ہی نازل ہوتے ہیں اور اس کا معنی یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بارگاہ خطاب سے اتارنے کا حکم دیتا ہے۔ ان کی طرف تو صرف وہ القاء فرماتا ہے جسے اپنی ذات کی طرف سے پہچاننا ان کے مقام کے لائق نہیں اس کی صورت میں۔ جس پر وہ اس کے ساتھ اترتے ہیں تو پہچان لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے نازل کرنے اور اس وحی کے ساتھ نزول کا ارادہ فرمایا ہے جو وہ اپنی نفوس میں پاتے ہیں جو کہ ان کے لائق نہیں کہ وہ تو انسانی خصائص ل سے ہے کیونکہ انسان ان پر اتاری گئی وحی کی صورت کا مشاہدہ اس صورت میں کرتے ہیں جو کہ ان کے پاس ہے پس وہ اس صورت سے ن لیتے ہیں کہ زمین میں اس کا صاحب کون ہے پس وہ اس پر اترتے ہیں اور اس کی طرف اس کا القاء کرتے ہیں جو ان کی طرف القاء کیا

گیا۔ پس اس القاء کو شرع اور وحی سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو اگر وہ حکم صفت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو اسے قرآن، فرقان، تورات، انجیل، زبور اور صحائف کہا جاتا ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف حکم فعل کے ساتھ منسوب ہو نہ کہ حکم صفت کے ساتھ تو اسے حدیث، خبر، سنت اور رائے کہتے ہیں۔ شیخ نے فرمایا: کبھی وہ بارگاہ خطاب سے امر الٰہی کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔

وما نتنزل الا بامر ربك کا معنی

اگر تو کہے کہ فرشتے کے اس قول کا کیا معنی ہے وما نتنزل الا بامر ربك له مابين ايدينا وما خلفنا وما بين ذالك وما كان ربك نسيا (مریم آیت ۶۴ اور ہم نہیں اترتے مگر آپ کے رب کے حکم سے۔ اسی کا ہے جو ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے) اور اس نسیان کا کیا معنی ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کا رب جبریل کے اس قول کے مشاہدہ میں جو اس نے حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا بھولنے والا نہیں دراں حال کہ وہ اس کے علم میں اعیان ثابتہ ہیں ان کے علوم اور خطابات کی حالت میں۔ پس اس کا قول نسیا درست ہوا۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت وجود میں ایک امر ثابت کی حکایت ہے جو کہ حدوث سے متصف نہیں۔ پھر جب یہ اعیان حادث ہوئے تو انہوں نے ان سے پہلے جو کچھ ان میں سے مشاہدہ حق میں تھا اس کی خبر دی جبکہ انہوں نے خود اس کا مشاہدہ کیا کیونکہ لنفسہا ان کا وجود نہ تھا۔ اور زہری سے روایت کی گئی کہ ایک دفعہ انہوں نے ثقات میں سے ایک شخص سے حدیث بیان کی پس کہا: مجھے فلاں نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ میں نے یوں یوں کہا۔ اور یہ اس لئے کہ جب زہری نے حدثنی فلان کہا تو اسناد میں اتصال ہو گیا گرچہ وہ خود اس حدیث کو نہیں جانتے۔ اسے شیخ نے ۸۷ ویں باب میں ذکر کیا ہے اور احوال ملائکہ کے متعلق تفصیلی گفتگو ۳۹ ویں بحث میں آ رہی ہے۔ پس ادھر رجوع کرو۔ واللہ اعلم۔

نبوت کسبی نہیں

اگر تو کہے کہ کیا ولایت کی طرح نبوت کسبی ہے یعنی نبی کی فی نفسہ ولایت کی طرح جیسے کہ کہا گیا ہے یا یہ وھبی ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ نبی اور ولی میں سے ہر ایک کی ولایت کسبی ہے۔ نبوت کے سوا کوئی چیز بھی کسب سے خارج نہیں۔ اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سابق کے مطابق مخلوق کو مختلف درجوں میں پیدا فرمایا۔ پس فرشتوں کو فرشتے، رسل کو رسل، انبیاء کو انبیاء، اولیاء کو اولیاء۔ مومنین کو مومنین، منافقین کو منافقین اور کافروں کو کافر کیا۔ ان سب کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں امتیاز ہے کم ہوں نہ بیش۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ نہیں بدلتا۔ پس کسی مخلوق کیلئے کسی مقام میں اپنا عمل دخل نہیں جس پر اسے پیدا نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس سے فراغت ہو چکی پس کوئی دوسرے کی جگہ جاری ہوتا ہے نہ کسی دوسرے کی راہ چلتا ہے۔ اور اگر ایک دوسرے کے مرتبہ میں داخل ہو سکتا تو نبوت کسبی ہوتی جبکہ معاملہ اس کے خلاف ہے۔

اگر تو کہے کہ نبوت کو کسبی کہنے والے کا شبہ کیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ اس بارے میں اس کا شبہہ یہ ہے کہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ انبیاء کے لئے ضروری ہے کہ وحی کی استعداد کی قوت کی نیت سے خلوت گزیں ہوں۔ اور عبادت کریں تا کہ اس حالت کی طرف لوٹیں جس پر وہ اس وقت تھے جب حق تعالیٰ نے مقادیر مقرر فرمائیں۔ تو چونکہ اس قوم نے ان کی خلوت اور عبادت کرنے کے بعد انہیں حصول نبوت پر نظر کی تو انہیں گمان ہوا کہ نبوت کسبی ہے۔ جبکہ یہ نرا وہم اور نظر کی کوتاہی ہے۔

معہود نبوتوں کے منکرین کا شبہہ

اگر تو کہے کہ معہود نبوتوں کے منکروں کا شبہ کیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ان کے اس انکار کا سبب ان کا یہ وہم ہے کہ جس نے اپنے جوہر نفس کو طبعی کدورتوں سے پاک کر لیا اور مکارم اخلاق عرفیہ کو لازم کیا وہ کسی فرشتے کی زبان پر اس کی طرف وحی آئے بغیر ہی ہو گیا۔ انہوں نے کہا: کہ جب اس نے اپنا قلب صاف کر لیا تو اس کے قلب میں عالم بالا کے علوم سماویہ جو کہ لوح محفوظ میں اور اس کے غیر میں بالقوۃ موجود ہیں نقش ہو جاتے ہیں۔ پس وہ علوم غیبیہ میں لب کشائی کرتا ہے۔ تو ان کے نزدیک اس وقت اسے نبی کہا جاتا ہے۔ اسے شیخ نے ۳۶۵ ویں باب میں ذکر کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ ہمارے نزدیک اور اہل اللہ کے نزدیک معاملہ یوں نہیں جیسا کہ انہوں نے کہا۔ گرچہ علوم الٰہیہ کا نقش ہونا جیسا کہ انہوں نے ذکر کیا جائز ہے۔ کیونکہ ہمیں یہ خبر نہیں پہنچی کہ کسی نبی یا حکیم کا جوہر نفس صاف ہوا تو اس نے ہر سانس میں ہمیشہ کیلئے اپنے حال کے مشمولات کا احاطہ علمی کر لیا۔ بلکہ اس کی غایت یہ ہے کہ اسے علم حاصل ہوتا ہے اور منکرین نبوت کے اقوال کے رد میں طویل گفتگو فرمائی۔ پس اللہ تعالیٰ کی قسم اس شخص نے جھوٹ بولا اور بہتان باندھا جو گمان کرتا ہے کہ شیخ فلسفی ہے۔ جیسا کہ حدوث عالم کی بحث میں پہلے گذر چکا۔

نیز شیخ نے ۲۹۸ ویں باب میں فرمایا: جو کہتا ہے کہ نبوت کسبی ہے اس نے غلط کہا۔ کیونکہ نبوت یا قطعی طور پر اختصاص الٰہی ہے۔ اور فرمایا کہ جو کہتا ہے کہ نبوت کسبی ہے اس کا شبہ اس کا یہ گمان ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ یہ تو عقل اور عالم بالا کی ارواح کا فیض ہے۔ نیز ۸۴ ویں باب میں فرماتے ہیں: جان لے کہ ہر وہ کام جس کا امر دیا گیا تو وہ کسبی مقام ہے۔ اور اسی لئے صوفیاء نے فرمایا کہ مقامات مکاسب ہیں جبکہ احوال مواہب۔

خلافت اور رسالت اور ان دونوں میں فرق

اگر تو کہے کہ کیا ہر رسول خلیفہ ہے یا بعض رسل کیلئے خلافت ہے اور بعض کے نہیں؟ تو اس کا جواب جیسا کہ شیخ نے ۴۸ ویں باب میں فرمایا یہ ہے کہ ہر رسول خلیفہ نہیں۔ خلافت صرف اس لئے ہوتی ہے جس کی خلافت کیلئے اللہ تعالیٰ نے نص وارد فرمائی۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کہ آپ رسول ہیں اور خلیفہ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا فاحکم بین الناس بالحق (ص آیت ۲۶۔ لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کرو) رہے حضرت آدم علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے خلافت مجمل رکھی اور آپ سے احکم نہیں فرمایا۔ یعنی فیصلہ کرو۔

اگر تو کہے کہ خلافت اور رسالت میں کیا فرق ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ خلیفہ اور رسول میں فرق یہ ہے کہ خلیفہ ہر وہ ذات ہے جس میں یہ صفات جمع ہوں۔ وہ حکم کرے اور روکے۔ سزا دے اور معاف کرے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی طاعت کا حکم دے تو یہ ہے خلیفہ۔ رہا رسول تو یہ ہر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے امر اور نہی کی تبلیغ کرے اور اسے اپنی لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر نہ ہو کہ جس چیز میں ارادہ کرے امر کرے اور نہی کرے۔ تو یہ رسول ہے جو کہ اپنے رب کے پیغامات کا مبلغ ہے نہ کہ خلیفہ۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس رسول کو جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے صراحتاً احکم نہ فرمایا اسے بھی اس حیثیت سے خلیفہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ شرعی ذمہ داریوں وغیرہ کے ساتھ ہمیں خطاب کرنے میں حق کا نائب ہے۔ واللہ اعلم۔ تو معلوم ہوا کہ خلیفہ کیلئے حق حاصل ہے کہ جس بارے میں حق تعالیٰ نے صراحتاً اسے امر نہیں

فرمایا جو چاہے بطور شریعت جاری کرے جبکہ یہ رسول کیلئے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الا مر منکم (النساء آیت ۵۹۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے امر والوں کی) یعنی اللہ تعالیٰ کی طاعت کرو اس میں جس کا وہ تمہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبان مبارک پر امر فرمائے کہ اس کے بارے میں حضور علیہ السلوٰۃ والسلام فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا امر فرماتا ہے۔ اطیعوا الرسول اور رسول کی طاعت کرو اس امر میں جو ان کے پاس میری طرف سے نہیں پہنچا۔ اور نہ ہی آپ تمہیں یہ کہیں کہ یہ میری طرف سے ہے اور اس تاویل کی تائید اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد فرمانا ہے واطیعوا الرسول ۔ پس اللہ تعالیٰ کے امر کو جس میں طاعت کی جائے اپنے رسول کی طاعت سے جدا بیان فرمایا۔ اور اگر اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ امر ہوتا جو آپ نے ہماری طرف پہنچایا تو پھر تو طاعت رسول کا کوئی زائد فائدہ نہ ہوتا۔ پس متعین ہو گیا کہ ہمارا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طاعت کرنا یہ ہے کہ ہم اس میں آپ کی طاعت کریں جو خود آپ امر فرمائیں یا اس سے روکیں۔ جس کے بارے میں آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اس کی تفصیل وجوب اذعان اور طاعت رسل کی مبحث میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

رسل علیہم السلام اور طلب اجر

اگر تو کہے کہ کیا رسل علیہم السلام کے مقام کے پیش نظر تبلیغ پر ان کا اجر طلب کرنا ان کی بندگی کے کمال میں موجب طعن ہے جیسا کہ ان حضرات نے اس کی طرف اپنے اس قول کے ساتھ اشارہ فرمایا ان اجری الا علی اللہ (یونس آیت ۷۲۔ ہود آیت ۲۹۔ ۵۱۔ سبا آیت ۴۷۔ میرا اجر تو صرف اللہ تعالیٰ پر ہے) تو جیسا کہ شیخ نے فتوحات کے باب اسرار الزکوٰۃ میں فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ امر رسل کی بندگی میں موجب طعن نہیں۔ اور حضرت نوح علیہ السلام نے تو ان اجری الا علی اللہ صرف اس لئے فرمایا کہ ہمیں تعلیم دیں کہ ہر عمل خالص اپنی ذات میں اجر طلب کرتا ہے۔ اور یہ بندے کو اوصاف بندگی سے باہر نہیں کرتا۔ کیونکہ عبد تو اجیر کی صورت میں ہے۔ تو اجیر نہیں۔ کیونکہ اجیر کی حقیقت وہ شخص ہے جسے اس حالت میں اجرت پر لگایا گیا کہ وہ اجرت پر لگانے والے کی بندگی سے اجنبی ہو۔ اور مالک اپنے غلام کو اجرت پر طلب نہیں کرتا۔ اجرت تو عمل کا تقاضا ہے اور وہ اجرت نہیں لیتا۔ یہ تو عامل لیتا ہے۔ جبکہ یہ عبد ہے پس وہ اللہ تعالیٰ سے اجرت لینے والا ہے۔ پس وہ اجرت لینے میں اجیر کے مشابہ ہوا اور اجرت پر طلب کئے جانے میں اس سے جدا ہے۔ انتہی۔

اجرت ترک کرنا افضل ہے یا لینا

اگر تو کہے کہ کیا ترک اجرت افضل ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور صدقہ اسے لینا۔ تو جیسا کہ اذان پر کلام کرتے ہوئے شیخ نے فرمایا کہ محققین کا مذہب اجرت لینا ہے۔ اور یہ اس کے ترک سے افضل ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس کا محل مشاہدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو نہ کہ مخلوق سے۔ پس کاملین کیلئے طلب اجرت درست ہے۔ اور اسے لینا احسان اور اظہار احتیاج کے باب سے ہے نہ کہ استحقاق کے باب سے۔ اور یہ کھانے اور فائدہ لینے کے عظیم ذرائع میں سے ہے۔ پس معلوم ہوا کہ دعوت الی اللہ کا مقام اجرت کا متقاضی ہے اور جس نبی نے اپنی قوم کو دعوت الی اللہ دی اس نے فرمایا لا اسئلکم علیہ اجرا ۔ میں اس پر تم سے اجر نہیں مانگتا۔ پس انہوں نے دعوت پر اجر ثابت کیا لیکن پسند کیا کہ اسے اللہ تعالیٰ سے لے۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ہم میں سے واعظ یا مدرس یا مفتی علم کیلئے

تمام شرائع کی جامع ہے۔

علم غیب پر رسل علیہم السلام کی اطلاع

اگر تو کہے کہ وہ کون ساغیب ہے جس پر اللہ تعالیٰ اپنے رسل کو اطلاع بخشتا ہے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے فلا یظهر علی غیبه احدًا الامن ارتضی من رسول (الجن آیت ۲۶، ۲۷۔ پس وہ اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں فرماتا سوائے رسول کے جسے اس نے چن لیا) کیا یہ وہ احکام ہیں جو کہ اس پر بذریعہ وحی اتارے گئے۔ یا اس کے علاوہ دیگر غیوب۔ تو جیسا کہ شیخ نے ۳۲۱ ویں باب میں فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ اس غیب سے جو کہ رسول کے ساتھ مخصوص ہے مراد وہ عالم تکالیف شرعیہ ہے جو کہ بندوں سے غائب ہے اور اس کے ادراک کیلئے ان کی عقلیں مستقل نہیں ہیں۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے شیاطین سے حفاظت کی خاطر فرشتوں کو نگہبان مقرر فرمایا کہ کہیں رسول کی طرف ایسی چیز کا القاء کر دیں جس کے ساتھ وہ شرعی ذمہ داری کے حوالے سے عمل کرے جسے اللہ تعالیٰ نے امر اور نہی کی صورت میں بندوں کی سعادت کی طرف راستہ قرار دیا ہے۔ اور ہم نے جو یہ کہا کہ یہ غیب وہ علم رسالت ہے جس کی تبلیغ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پیغمبر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے لیعلم ان قدا بلغوا رسالات ربهم (الجن آیت ۲۸۔ تاکہ ظاہر کر دے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے رسالت کو اپنے قول ربہم کی طرف مضاف فرمایا۔ جب انہیں معلوم ہو گیا کہ شیاطین نے پیغمبروں کی طرف کسی چیز کا القاء نہیں کیا تو انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ یہ پیغام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس کے غیر کی طرف سے نہیں۔

(اقول و باللہ التوفیق۔ شیخ کی مذکور الصدر وضاحت سے مراد ان نفوس قدسیہ سے علم غیب کی مطلقا نفی مراد نہیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ علم شریعت ایسا غیب ہے جو کہ امر اور نہی کی صورت میں رسول پر بذریعہ وحی اتارا جاتا ہے۔ اور اسے علم قرآن و سنت کہتے ہیں۔ گرچہ ہمہ قسم علوم قرآن کریم میں موجود ہیں لیکن رسول علیہ السلام پر علم شریعت کے اظہار و اعلان کی ذمہ داری ہے۔ جبکہ سنت کا علم بھی بذریعہ وحی نازل ہوا ہے۔ یہاں فیوض البخاری شرح صحیح البکاری از شارع بخاری حضرت علامہ مولانا سید محمود احمد صاحب رضوی قدس سرہ العزیز کے مقدمہ کا ایک اقتباس من وعن پیش خدمت ہے جو کہ بیان مقصد کیلئے نہایت مفید ہے رقم طراز ہیں ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے شریعت ہم کو دو طرح ملی ہے۔ ایک الفاظ ظاہری جو نقل متواتر کے ساتھ ہم تک پہنچے جیسے قرآن حکیم۔ دوسرے حضور کے اقوال۔ افعال اور اعمال کا ذخیرہ جو نقل صحیح کے ساتھ ہمیں ملے۔ جب ہم نے قرآن کریم پڑھا تو اس سے ہمیں چند اصول اور چند ضابطے ضرور معلوم ہو گئے مگر اصول کی تشریح۔ اس کی جزئیات کی توضیح کیلئے ہمیں معلم اور ہادی کی ضرورت پڑی تو خود قرآن نے ہمیں بتایا کہ میں تو اصولی کتاب ہوں۔ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے رسول کو بھی مبعوث فرمایا ہے۔ وہ کتاب کے معلم اور شارح ہیں۔ رسول اور قرآن دونوں مل کر ہی شریعت اور دین ہیں۔ اس لئے شریعت اور دین کے احکام قرآن و حدیث دونوں سے اخذ ہوں گے“۔ آگے چل کر معلم کتاب کے عنوان کے تحت رقم طراز ہیں ”گذشتہ سطور سے واضح ہو گیا کہ کتاب کے ساتھ رسول کو بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے کہ کتاب اور رسول دونوں کی طاعت کی جائے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله۔ ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اذن الٰہی کے ساتھ اس کی طاعت کی جائے۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی امتوں سے یہی مطالبہ کیا اتقوا الله واطیعون۔ اللہ سے ڈرو اور میری طاعت کرو۔

بیان کتاب الٰہی کے متعلق لکھتے ہیں ''وانزلنا الیك الذكر لتبین للناس ما نزل الیهم ۔ہم نے یہ ذکر (قرآن) آپ پر اسی لئے نازل فرمایا تا کہ آپ خوب کھول کھول کر اسے بیان کردیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔انتھی۔

رہے دیگر غیوب تو یہ تو عطائے خداوندی سے اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علم شریف کے فیض سے اولیاء اللہ بھی جانتے ہیں۔چنانچہ ماقبل میں خود شیخ اکبر قدس سرہ اور شیخ افضل الدین کی وسعت علم کا ذکر امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے۔وہاں ملاحظہ فرمائیں۔(محمد محفوظ الحق غفرلہ ولوالدیہ)

اگر تو کہے کہ جس قدر علم پر اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو جسے منتخب فرماتا ہے جو کہ رسول ہے اطلاع بخشتا ہے کیا وہ اس فرشتے کے جتلانے سے ہوتی ہے یا وہ فرشتے کے واسطہ کے بغیر ہے۔تو جواب یہ ہے کہ فرشتے کے واسطہ کے بغیر کیونکہ ملائکہ کا جب وحی میں واسطہ نہیں ہوتا تو اس کے انوار رسول کو اس طرح گھیرے میں لے لیتے ہیں جس طرح کہ چاند کے گرد ہالہ ہوتا ہے۔اور شیاطین ان کے پیچھے ہوتے ہیں انہیں اس رسول تک کوئی راستہ نہیں ملتا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس غیب پر چاہے اس رسول کو مطلع فرما دیتا ہے جو کہ تکالیف کے ساتھ متعلق ہوتا ہے جیسا کہ گزر چکا۔شیخ محی الدین نے فرمایا کہ فتوحات مکیہ اور ہماری کتابوں میں اس غیب کے تصور سے زیادہ مشکل کوئی مسئلہ نہیں جس کے ساتھ حق تعالیٰ مخصوص ہے اور اسے غیب محال کہتے ہیں۔جس کی طرح اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے وعنده مفاتح الغیب لایعلمها الاهو (الانعام آیت ۵۹) اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔اور یہ اس لئے محال ہے کہ یہ عالم شہادت اور عالم غیب کے درمیان برزخ ہے۔کسی ایک سمت کیلئے خاص نہیں۔اور یہ اس علم میں سے ہے جس کی بدولت صدیق کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے اور تھوڑے ہیں جنہیں اس پر اطلاع ہے۔

نزول وحی کے وقت سردی لاحق ہونے کی حکمت

اگر تو کہے کہ اس امر میں کیا حکمت ہے کہ جب نزول وحی ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سردی لاحق ہوتی حتیٰ کہ آپ کو کپڑا اوڑھا یا جاتا۔تو جواب یہ ہے کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ جب وحی کا نزول ہوتا تو روح ملک اور روح رسول کے ملنے سے حاصل ہونے والے دباؤ کی وجہ سے اس کی شدت سے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پسینہ میں شرابور ہو جاتے۔ پھر رطوبات کے ساتھ جسم سے نکلنے والا بخار اپنی قوت کے ساتھ مسام کو ڈھانپ لیتا ہے۔تو باہر سے ٹھنڈی ہوا داخل نہیں ہوتی۔ پھر جب نبی علیہ السلام سے یہ کیفیت کھلتی ہے اور فرشتہ اس سے جدا ہوتا ہے تو مزاج سکون پاتا ہے۔اور حرارت غریزیہ بحال ہوتی ہے۔اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ فرشتہ جب رسول اللہ پر کسی امر کے ساتھ وارد ہوتا ہے جو کہ علم خبری یا کسی حکم کے ساتھ متعلق ہو۔تو اس سے اسے روح انسانی حاصل کرتی ہے اور یہ توجہ سے سننے اور وہ القاء کرنے کے ساتھ باہم ملاقات کرتے ہیں اور دونوں ہی نور ہیں۔پس اس وقت مزاج میں حرارت اور اشتعال پیدا ہوتا ہے اور حرارت غریزیہ مزاجیہ متحرک ہوتی ہے حتیٰ کہ اس کی شدت سے رسول کا رخ انور متاثر ہوتا ہے اور اس کیفیت کو حال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور یہ نہایت شدید کیفیت ہوتی ہے۔پھر یہ رطوبات بدنیہ غلبہ حرارت کی وجہ سے بخارات کی صورت میں جسم کی ظاہری سطح کی طرف اٹھتی ہیں اور اس وجہ سے وہ پسینہ بنتا ہے جو صاحب حال پر طاری ہوتا ہے۔پس جب وہ حرارت بحال ہوتی ہے اور مسام کھلتے ہیں۔تو جسم باہر سے ہوا قبول کرتا ہے پس وہ جسم میں داخل ہوتی ہے اور مزاج میں ٹھنڈک آتی ہے تو وہ چادر اور زیادہ کپڑے طلب کرتا ہے تا کہ گرمی حاصل کرے۔اور ایسا حرارت غریزیہ پر سردی اور لرزہ کے غلبے اور اس کے ضعف کی وجہ سے ہوتا ہے۔اور مخفی نہ رہے کہ یہ سب کچھ اس کیفیت

کے ساتھ خاص ہے جبکہ قلب پر نزول صفۃ روحانیہ کے ساتھ ہو۔ واللہ اعلم۔

انبیاء کے پہلو کی بجائے چت لیٹ کر آرام کرنے کی حکمت

اگر تو کہے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے پہلو کی بجائے چت لیٹنا کیوں اختیار فرمایا۔ تو جیسا کہ شیخ نے ۳۳۱ ویں باب میں فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرات چت اس لئے لیٹے کہ انہیں علم ہے کہ وہ چیز جو کہ چہرے کے مقابل ہے وہ اس کیلئے افق ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ افق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم بہت نیچے اور وہ زمین ہے اور ایک قسم بہت بلند اور وہ آسمان ہے۔ پس اسی لئے وہ چت لیٹے تا کہ ان کا افق اعلیٰ ہو۔ اور جیسا کہ ۳۳ ویں باب میں ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ تو جان لے کہ وارد الٰہی جو کہ صفت قیومیت ہے جب ان کے پاس آتا ہے تو تدبیر کرنے والی روح انسانی وارد الٰہی کے علوم الٰہیہ سے استفادہ کی بنا پر اپنی تدبیر سے مصروف ہو جاتی ہے پس جسم کیلئے کوئی باقی نہیں رہتا جو اس کے قیام اور قعود کی نگہبانی کرے۔ تو وہ اپنے اصل کی طرف رجوع کرتا ہے اور وہ اس کا زمین کے ساتھ پیوست ہونا ہے۔ جسے لیٹنے کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ گرچہ چارپائی پر ہو کیونکہ چارپائی اس کے خاک تک پہنچنے سے مانع ہے۔ تو یہ انبیاء کے ان پر نزول وحی کے وقت چت لیٹنے کا سبب ہے۔ پھر روح جب اس استفادہ سے فارغ ہو اور وارد اپنے رب کی طرف واپس لوٹ جائے تو روح اپنے جسم کی تدبیر کی طرف لوٹتی ہے۔ پس اسے اس کے لیٹنے سے قیام کی طرف لے آتی ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ ہمیں کسی نبی کی طرف سے یہ بات نہیں پہنچی کہ وہ کبھی بھی نزول وحی کے وقت مضمحل اور مضطرب ہوا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تحمل وحی کیلئے انبیاء سے زیادہ قوی کوئی نہیں

اگر تو کہے کہ پھر تو بندوں میں انبیاء سے زیادہ قوی کوئی نہیں کہ وہ وحی کے بوجھ کو برداشت کرتے ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ ہاں اناث میں انبیاء سے زیادہ قوی کوئی نہیں۔ یہ حضرات ان کی طرف نزول وحی کے وقت اسے برداشت کرنے کی وجہ سے پہاڑ سے زیادہ قوی ہوتے ہیں۔ جبکہ پہاڑ اسے برداشت نہ کر سکا بلکہ پھٹ گیا۔

شیخ نے ۳۴۲ ویں باب میں فرمایا: کہ ہمارے اس قول کی تائید کہ انبیاء پہاڑوں سے زیادہ قوی ہوتے ہیں ان کا جناب الٰہی کے متعلق کفار وغیرہم سے ایسی بات سننے کی قوت رکھنا ہے جو کہ اس جناب کے لائق نہیں۔ جبکہ پہاڑ ایسی بات سننے کی قوت نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تکا د السموات یتفطرن منه و تنشق الارض وتخر الجبال هدا ان دعوا للرحمن ولدا (مریم آیت ۸۹ تا ۹۱۔ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ڈھ جائیں کہ انہوں نے رحمٰن کیلئے بیٹے کا دعویٰ کیا) جبکہ انبیاء علیہم السلام نے یہ سنا وقالت الیهود عزیز ابن الله وقالت النصاری المسیح ابن الله (توبہ آیت ۳۰ کہ یہود نے کہا کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے) اور پھٹے نہ متزلزل ہوئے بلکہ ثابت رہے۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول لو اردنا ان نتخذ لهوا لا تخذ ناه من لدنا (الانبیاء آیت ۱۷۔ اگر ہمیں منظور ہوتا کہ ہم کھیل تماشا بنائیں تو ہم اسے خود بخود بنا لیتے) کی بارگاہ میں انبیاء کیلئے تجلی فرمائی تو انہیں حضرت اطلاق الٰہی سے وہ علم حاصل ہوا جسے آسمان، زمین اور پہاڑ نہیں جانتے۔ تو نتیجتاً اس علم نے انہیں ان کی ذوات میں وہ قوت عطا کی جس کی بدولت انہوں نے اسے برداشت کر لیا جو کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سنا۔ اور اگر یہ اس پر نازل ہوتا جس میں یہ قوت نہیں تو اس کی ہڈیاں پگھل جاتیں۔ پس دیکھ کہ اس کا حجاب کس قدر کثیف ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ کا

بیٹا ہے اور حقائق دیکھنے سے اس کی نابینائی کس قدر شدید ہے۔ (اقول و باللہ التوفیق۔ اور یہ بھی دیکھ کہ وہ محروم توفیق کس قدر اندھا اور بے بصیرت ہے جس نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب تقویت الایمان میں لکھ دیا کہ "جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔ بلکہ یہاں تک لکھا" جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو۔ سو اس میں بھی اختصار کرو کہاں مذکور الصدر وضاحت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز اور کہاں تقویت الایمان کے مولف کی یہ تفوات و خرافات۔ پناہ بخدا۔ محمد محفوظ الحق غفرلہ)

حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے کوئی رسول نہیں

اگر تو کہے کہ یا نوح علیہ السلام سے پہلے رسل تھے یا سب کے سب صرف انبیاء تھے حتیٰ کہ آدم علیہ السلام بھی؟ تو جواب یہ ہے کہ ہمیں کتاب و سنت میں یہ بات نہیں پہنچی کہ نوح علیہ السلام سے پہلے رسول تھے۔ بلکہ وہ سب کے سب صرف انبیاء تھے۔ ان میں سے ہر نبی اپنے رب عزوجل کی طرف سے مخصوص شریعت پر تھا۔ لیکن قوم میں سے جو بھی چاہتا ان میں سے کسی کی شریعت میں ان کے ساتھ داخل ہو جاتا اور جو چاہتا داخل نہ ہوتا۔ تو جو داخل ہو کر پھر لوٹ جاتا کافر ہو جاتا۔ اور جو داخل نہ ہوتا کافر نہ ہوتا۔ جیسا کہ جب کسی نے اپنے آپ کو داخل کیا پھر انبیاء کی تکذیب کرتا تو کافر ہو جاتا۔ مگر جو تکذیب نہ کرتا اور برأت پر باقی رہتا تو کافی نہیں ہوتا تھا۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لیکن میں کہتا ہوں کہ میں نے مسند امام میں مرفوع سند دیکھی ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول مکرم تھے۔ انتہی۔ تو ماقبل اور مابعد کو ملا کر غور کیا جائے۔

اگر تو کہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر (فاطر آیت ۲۴۔ اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ ہو گذرا ہو) کیا یہ رسالت میں بارے میں نص ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ رسالت کے بارے میں نص نہیں جیسے کہ ایسے شیخ نے ۳۱۳ ویں باب میں ذکر کیا۔ یہ تو اس بارے میں نص ہے کہ ہر امت میں اللہ تعالیٰ کے متعلق اور امور آخرت کے متعلق علم رکھنے والا ہے۔ اور یہ نبی ہے، رسول نہیں۔ کیونکہ اگر رسول ہوتا تو الیہا فرمایا جاتا یعنی اس کی طرف۔ اور فیہا نہ فرمایا جاتا یعنی اس میں۔ تو یہ رسالت کے بارے میں نص نہیں ہے۔ شیخ نے فرمایا: کہ ہم اسی کے قائل ہیں۔ ان میں رسل نہیں تھے۔ صرف انبیاء تھے۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق علم رکھنے والے۔ تو جس نے چاہا ان سے موافقت کی اور ان کے ساتھ ان کے دین میں اور ان کی شریعت کے تحت داخل ہوا۔ اور جس نے چاہا اسے اس کی تکلیف نہ دی گئی اور حضرت ادریس علیہ السلام انہیں میں سے تھے۔ تو آپ کے لئے قرآن کریم میں رسالت کی نص وارد نہیں ہوئی۔ صرف آپ کے متعلق صدیقا نبیا فرمایا گیا۔ تو پہلی شخصیت جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے رسالت کا افتتاح فرمایا حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔

قوم نوح علیہ السلام اکثریت کے انکار کی وجہ

اگر تو کہے: تو کیا نوح علیہ السلام کی قوم کی اکثریت کے انکار کی وجہ آپ کے عزم کی کمزوری ہے یا آپ کے حال کی وسعت اور آپ پر اللہ تعالیٰ کے حضور تسلیم کے غلبے کی بنا پر ہے؟ پس آپ کے لئے ایسی ہمت نہ تھی جو ان میں نافذ ہوتی۔ تو جواب یہ ہے کہ دعوت دینے والوں کی ہمت کا مدعوین میں کوئی اثر نہیں ہوتا اور رسول سے جو کوئی جو کچھ قبول کرتا ہے تو یہ داعی کے علو ہمت سے نہیں۔ یہ تو اس مزاج کی حیثیت سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بخشا ہے جس نے ایسے احکام قبول کرنے کا تقاضا کیا۔ اور اسے مزاج خاص کہتے ہیں جسے اللہ

تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اسی کی وجہ سے اس کا کفر تھا جس نے سب سے پہلے غور کیا ... ماں باپ نہ تھے جو اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اگر مدعو میں کلام کی تاثیر صرف ہمت داعی سے ہوتی تو ہر وہ شخص مسلمان ہو جاتا جسے رسول بالمشافہ خطاب فرماتا۔ کوئی بھی ہو کہ اس کی ہمت نافذ ہوتی اور رسل کے کمال میں ان کی قوم کا ان کے پیغام کو رد کرنا موجب اعتراض ہوتا۔ اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ تو اس کا قول ساقط ہو گیا جو کہتا ہے کہ اگر واعظ اپنے وعظ میں صادق و مخلص ہوتا تو اس کا وعظ سامعین کے قلوب میں اثر کرتا۔ کیونکہ رسل سے زیادہ سچا کوئی نہیں۔ اور اس کے باوجود سامعین میں ان کا قول عام طور پر قبول نہ کیا گیا بلکہ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا **رب انی دعوت قومی لیلاً و نھارا فلم یزدھم دعائی الا فرارا** ۔(نوح آیت ۶۵۔ اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات، دن دعوت دی لیکن میری دعوت کے باعث ان کے فرار میں اضافہ ہی ہوا) تو چونکہ سامعین میں رسل کے کلام کی قبولیت عام نہ ہوئی باوجودیکہ ہمیں ان کے بلند ہمتی کی تحقیق ہے تو ہمیں معلوم ہوا کہ ہمت کا کوئی اثر نہیں ہے۔ یہ تو صرف مزاج مخصوص کی بنا پر ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ اور جس نے واعظ کی بات سنی اور اس میں قبولیت کا اثر نہ ہوا تو عیب اس میں ہے۔ واعظ میں نہیں۔ کیونکہ عقل سلیم والے میں کلام حق اثر کرتا ہے لوگوں میں سے کسی کے ذریعے بھی ہو۔ گرچہ کافر سے ہو۔ کیونکہ وہ وحی جو کافر (کسی حق پرست سے سن کر) لایا بہر حال حق ہے گرچہ حامل وحی اس پر عمل نہ کرے۔ تو عاقل اس کے حق ہونے کی بنا پر قبول کرتا ہے نہ کہ اس محل کی بنا پر جہاں سے وحی ظاہر ہوئی۔

اگر تو کہے کہ اس کی وضاحت کیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ تو مدعو کی حالت میں غور کر۔ اگر تو اس کی حالت سماعت میں اسے دیکھتا ہے کہ واعظ سے کلام سنتا ہے اور اس میں اثر نہیں کرتا، پھر وہ یہی کلام کسی دوسرے واعظ سے سنتا ہے پس اس میں اثر کرتا ہے تو جان لے کہ یہ تاثیر اس کے حق قبول کرنے کی حیثیت سے نہیں بلکہ یہ تو اس کے اور دوسرے واعظ کے درمیان کوئی نسبت پائی جانے کی حیثیت سے ہے کہ اس کا معتقد ہے وغیرہ۔ تو سامع میں اس کے نفس کے سوا کسی نے اثر نہیں کیا۔ اور قرآن کریم میں ہے **ان علیك الا البلاغ** (الشوریٰ آیت ۴۸۔ آپ پر تو صرف پہنچا دینا ہے) نیز فرمایا **ولیس علیك هداهم** (البقرۃ آیت ۲۷۲۔ یعنی آپ کے ذمے انہیں اس پیغام کو قبول کرنے کی توفیق دینا نہیں جو ہم نے آپ کو عطا کر کے بھیجا۔ اور اسے بیان کرنے کا حکم دیا۔ **ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین** ۔(القصص آیت ۵۶۔ لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو) یعنی جنہوں نے مزاج خاص پر توفیق قبول کی۔ پس ہادی کا کام جو کہ اللہ تعالیٰ ہے بیان کرنا اور توفیق دینا ہے جبکہ مخلوق میں سے ہادی کے ذمے صرف بیان کرنا ہے۔ اسے شیخ نے ۳۷۹ ویں باب ذکر فرمایا۔

لتبین للناس ما نزل الیھم کا معنی اور بیان رسول کی اہمیت

اگر تو کہے کہ پھر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کیا مراد ہے **لتبین للناس ما نزل الیھم** (النحل آیت ۴۴ تاکہ آپ کھول کر لوگوں کیلئے بیان کریں جو ان کی طرف نازل کیا گیا) باوجودیکہ قرآن ان کی لغت پر آیا۔ تو ان کے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بیان کی طرف احتیاج کا کیا سبب ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ ہر کلام میں اجمال ضرور ہوتا ہے۔ اور ہر شخص مجمل کو پہنچتا بھی نہیں۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے بیان رسل کے بغیر صرف کتاب الٰہیہ کے نزول پر ہی اکتفاء نہیں فرمایا کیونکہ اس میں اجمال ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ عبارت کی

تفصیل عبارت ہی کرسکتی ہے۔ تو رسل کرام اس کی کتاب کے مجمل کی تفصیل میں حق تعالیٰ کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ جبکہ مجتہدین رسل علیہم السلام کی کلام کے اجمال کی تفصیل میں ان کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ اور اگر اس اجمال کی حقیقت عالم میں سرایت کرنے والی نہ ہوتی تو کتابوں کی شروح نہ لکھی جاتیں۔ ایک زبان سے دوسری زبان میں اور ایک حال سے دوسرے حال میں ترجمے نہ کیے جاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ (التوبہ آیت ۶۔ تو اسے پناہ دیں حتیٰ کہ اللہ کا کلام سنے) اور یہ وہ ہے جو کہ خصوصیت کے ساتھ اتارا گیا۔ البتہ جو تفصیل رسول علیہ السلام بیان کریں۔ اور اسے ظاہر کریں تو وہ نازل شدہ کلام کی تفصیل ہے اس کا عین نہیں کیونکہ بیان دوسری عبارت کے ساتھ واقع ہوا ہے۔ اسے شیخ نے ۱۷۳ ویں باب میں ذکر فرمایا۔

نبوت نعوت الٰہیہ سے ہے

اگر تو کہے: کیا نبوت نعوت الٰہیہ سے ہے یا کونیہ سے؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ نعوت الٰہیہ سے ہے۔ جناب الٰہی میں اس کا حکم اسم "السمیع" نے ثابت کیا۔ اور اس کا حکم صیغہ امر نے ثابت کیا جو کہ مامور بہ کی دعا اور اپنے بندوں کے سوال کو حق تعالیٰ کے قبول کرنے میں ہے۔ پس نبوت اس سے زائد نہیں جو کچھ ہم نے ذکر کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر اس سے کسی اسم کا اطلاق نہیں فرمایا۔ جس طرح کہ ولایت میں اطلاق فرمایا۔ پس اپنا نام ولی فرمایا۔ نبی نہیں باوجودیکہ اس نے ہمیں خبر دی اور ہماری دعا سنی۔ اسے شیخ نے ۱۵۵ ویں باب میں ذکر فرمایا۔

الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ کا مفہوم

اگر تو کہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کیا معنی ہے وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ (الحج آیت ۵۲، اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی بھیجا مگر اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب اس نے کچھ پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں (شکوک) ڈال دیئے۔ شیطان کی رسول اور نبی کے قلب تک رسائی کیونکر ہوئی حالانکہ یہ حضرات اس سے معصوم ہیں؟ تو اس کا جواب فتوحات کے چھٹے باب میں شیخ کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام صرف وسوسہ شیطان پر عمل سے معصوم ہیں۔ یہ ان کی طرف القاء کرتا ہے جبکہ یہ نفوس قدسیہ اس کی بات پر اپنی عصمت کی بنا پر عمل نہیں کرتے۔ تو اسے انبیاء علیہم السلام کے قلوب تک کوئی راہ نہیں۔ تو حقیقت میں عصمت القاء پر عمل سے ہے۔ نہ کہ القاء سے جیسا کہ سوال میں مذکور آیت سے واضح۔ بخلاف قلوب اولیاء کے کہ کبھی عمل کر سکتے ہیں۔ اگر حفاظت الٰہی کی عنایت انہیں دامان کرم میں نہ لے۔ اور چونکہ ابلیس کو معلوم تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کے قول پر عمل سے معصوم ہیں کیونکہ آپ کا قلب مبارک شیطان کے جھانکنے سے معصوم ہے۔ آپ کے پاس دوران نماز خیالی آگ کا شعلہ لے کر آیا اور آپ کے رخ انور کی طرف پھینکا اور شیطان کی غرض یہ تھی کہ اس کی وجہ سے رسول پاک علیہ السلام کی نماز میں اور توجہ میں خلل واقع ہو جائے کیونکہ وہ نماز کے دوران حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیلئے حاصل ہونے والی خیر کو دیکھ رہا تھا کیونکہ یہ لعین طبعاً بنی آدم کا حاسد ہے تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم ذرا پیچھے کی طرف ہٹ گئے اور آپ نے نماز منقطع نہیں فرمائی اور نہ صحابہ کرام کو اس کی خبر دی۔

خاتمہ رسالت کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب

اگر تو کہے: کیا دو نبیوں کی رسالت ایک ساتھ آن واحد میں ایک ہی شخص کی طرف منوع ہے؟ تو اس کا جواب جیسا کہ شیخ نے فتوحات کے ۴۴ ویں باب میں فرمایا یہ ہے کہ ہاں دونوں کی رسالت ممنوع ہے مگر یہ کہ دونوں اپنی رسالت میں ایک ہی زبان کے ساتھ آن واحد میں کلام کریں جیسے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے متعلق فرمایا۔ اذهبا الى فرعون انه طغى فقولا له قولا لينا (طٰہٰ آیت ۴۳، ۴۴۔ آپ دونوں فرعون کے پاس جائیں۔ بیشک وہ سرکش بنا بیٹھا ہے اور اس کے ساتھ نرم انداز میں گفتگو کریں) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کیلئے علیحدہ خصوصی زبان نہ تھی۔ خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ اسلام کے متعلق فرماتے ہیں وهو افصح منى لسانا۔ (القصص آیت ۳۴۔ وہ مجھ سے زبان میں زیادہ فصیح ہیں) انتہی۔ واللہ اعلم

چونتیسویں بحث

واقعہ اسرار اور اس کے متعلقات کی صحت کے بارے میں

اور یہ کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے وہ صورت دیکھی جسے اس سے زمین میں صرف جانتے تھے اور زمین میں ہونے کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے آپ کے اعتقاد کی صورت متغیر نہیں ہوئی۔

جان لے کہ واقعہ اسراء کے بیان میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے سبحان الذى اسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى الذى باركنا حوله لنريه من آياتنا انه هو السميع البصير۔ الاسراء آیت ۱۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے قلیل حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک یا مسجد اقصیٰ کی طرف سیر کرائی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا تاکہ ہم اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہی ہے سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا۔ شیخ محی الدین فرماتے ہیں کہ انہ میں موجود ضمیر رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ حضرت باری جل وعلا کی طرف۔ اور اس میں طویل گفتگو فرمائی۔ پھر فرماتے ہیں پس حق تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف صرف اس لئے منتقل فرمایا تاکہ آپ کو اس مکان سے مخصوص وہ آیات اور عجائبات دکھائے جو کہ اس وصف خاص کی حیثیت سے حق تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنیوالی ہیں جس کا علم اسی آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندۂ خاص کو سیر نہیں کرائی مگر آیات دکھانے کیلئے نہ کہ میری طرف۔ کیونکہ کوئی مکان مجھ پر حاوی نہیں۔ اور میری طرف مکانات کی نسبت ایک سی ہے اور میں اپنے بندے کو اپنی طرف کیونکر سیر کراؤں جبکہ وہ جہاں بھی ہو میں اس کے ساتھ ہوں۔

امام شعرانی کی وضاحت

میں کہتا ہوں: باقی کچھ نہ رہا مگر یہ کہ بادشاہ کو اس کی قلمرو اور اس کی فوجوں میں دیکھنا تسلیم اور حصول ہیبت کے حوالے سے بہت بلند ہے اس سے کہ اسے بے پہچان صورت میں دیکھا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ پر کوئی مکان اس لئے حاوی نہیں کیونکہ عقل کے مطابق مکان عرش کی چھت سے لے کر زمین کی نچلی حد تک ہے۔ اور یہ فوق العرش اور تحت الثرى کے سامنے ایک ذرہ ہے۔ تو اگر ابدالآباد تک عرش اور